سیرتِ نبوی اور مستشرقین

قسط ۔ ۲

حضرۃ علامہ مولانا شمس الحق افغانی
شیخ التفسیر جامعہ اسلامیہ بہاولپور

عقلی دلائل ۱۔ اگر یورپ کے قانون کے مطابق ایک مرد کے لئے صرف ایک بیوی کے ساتھ نکاح مختص ہو تو پھر فطرت اور قدرت کے لئے یہ ضروری تھا کہ ولادت میں ذکور و اناث میں مساوات رکھی جاتی۔ یعنی لڑکے اور لڑکیاں کل عالم میں اور ہر جگہ مساوی تعداد میں پیدا ہوتے۔ تاکہ لڑکیوں کی تعداد بڑھنے نہ پاتے، اگر لڑکیوں کی تعداد پیدائش لڑکوں سے ایک فی ہزار بھی زائد ہو جاتی تو تین ارب انسانی آبادی میں ایک لاکھ لڑکوں کی پیدائش کے مقابلہ میں ایک لاکھ ایک سو، اور ایک کروڑ لڑکوں کے مقابلہ میں دس ہزار لڑکیاں زائد ہوں گی۔ اور ایک ارب کے مقابلہ میں دس لاکھ عورتیں فالتو ہوں گی۔ علیٰ ہذا القیاس۔

اب سوال ہوگا کہ یہ فالتو عورتیں جنسی فطری خواہش کی تکمیل کے لئے یا خلافِ فطرت تجرد پر مجبور کی جائیں گی۔ جو ہر دور میں اور بالخصوص اس دور میں ناممکن ہے۔ یا زنا کے ذریعہ ناجائز طریقہ سے اپنی خواہش پوری کریں گی۔ جو انسانی معاشرے کی تباہی کا موجب ہوگا۔ لہٰذا قانون تعدد نکاح کی صورت میں جو بشرط عدل اسلام میں موجود ہے، انکی فطری ضرورت کی تکمیل کی قانونی صورت پیدا ہو گی۔ بالخصوص آجکل جو عموماً عورتوں کی تعداد مردوں سے بہت زیادہ ہے، انکی کھپت کے لئے اسلام کے فطری قانون تعدد نکاح کے سوا اور جائز راہ نہیں۔

۲۔ تعداد اموات میں بھی قدرت کے لئے مرد اور عورتوں کی مساوات ضروری تھی۔ موت کی صورت میں اگر یک زوجگی کا یورپی قانون قانون فطری اور قدرتی ہوتا تو قدرت کا فرض تھا، کہ مردوں اور عورتوں کی قبض روح اور موت میں یکسانیت رکھتی۔ تاکہ توازن پورا رہے۔ ورنہ اگر مرد زیادہ مر جائیں اور عورتیں کم مریں تو اگر دونوں کی ولادتی تعداد برابر بھی ہو، تب بھی بڑی تعداد عورتوں کی بچ رہے گی۔ جن کے کھپانے کے لئے یورپی قانون میں جائز صورت کوئی نہ ہوگی۔ بہرحال یورپی قانون یک زوجگی کے تحت کارخانۂ

قدرت کا فرض تھا کہ وہ شرح پیدائش و اموات کے دفاتر بذریعہ ملائکہ پورے ملک اور صوبوں اور ضلعوں تک میں قائم کرتی۔ تاکہ یورپی قانونِ زوجگی کا توازن برقرار رہے۔ لیکن ایسا نہیں ہوا جس سے معلوم ہوا کہ یہ انسانی قانون منشاءِ قدرت و فطرت کی ضد ہے۔ اور واجب الترک ہے۔

۳- جنگ بھی فطرتِ انسانی میں داخل ہے۔ انسانی افراد و اقوام قوتِ شہوت نزوعیہ (یعنی حب الوطنی) کے تحت فوائد ملک پر قبضہ کرنے کے لئے آلاتِ حرب کے ذریعہ دوسرے ملک پر حملہ کرتے ہیں۔ اور جس ملک پہ حملہ ہوتا ہے، وہ مدافعت کیلئے جنگ کرنے پر مجبور ہوتا ہے۔ جسکی وجہ سے دونوں قوموں کی فوجیں قوتِ غضبیہ کا مظاہرہ کرتی ہیں۔ اور لاکھوں، کروڑوں آدمی لقمۂ اجل بن جاتے ہیں۔ یا بیکار ہو جاتے ہیں۔

جنگِ اوّل میں ایسے مقتولین و بیکار لوگوں کی تعداد چار کروڑ تھی۔ اور جنگِ عظیم ثانی میں چھ کروڑ تعداد تھی۔ ایسی صورت میں اکثر مرد کام آجاتے ہیں۔ اور عورتیں بچ جاتی ہیں۔ فوج میں اکثر مرد ہیں، عورتیں نہ ہونے کے برابر۔ تو گویا گذشتہ دونوں جنگوں میں جو دس کروڑ آدمی ضائع ہوئے ان کے بالمقابل جو عورتوں کی تعداد بچ گئی۔ اسکو کہاں کھپایا جائے۔ جائز راستہ (تعدد نکاح) تو مغربی قانون میں بند ہے۔ یہ وقت اس صورت میں بھی باقی رہے گی، اگر قبل از جنگ مرد و زن کی تعداد برابر فرض کر لی جائے۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ متعدد بیویوں میں بے انصافی ہوتی ہے، تو بے انصافی ایک بیوی کے ساتھ بھی کی جاتی ہے۔ لہذا ایک کی بھی بندش ہونی چاہیے۔

۴- اکثر ایسا ہوتا ہے کہ پہلی بیوی بیمار ہوتی ہے، اور مرض ممتد ہوتا ہے۔ یا حیض و نفاس کی صورت ہوتی ہے، یا بانجھ پن ہوتا ہے۔ اور شوہر کو فرزند اور جانشین کی فکر ہوتی ہے۔ اس صورت میں جنسی جذبہ کی ضرورت بھی اس بیوی سے پوری نہیں ہوتی۔ کیا ایسی صورت میں عقل کا تقاضا یہ نہیں کہ ان ضرورتوں کی تکمیل کے لئے دوسری بیوی کو نکاح میں لانے کی قانونی گنجائش موجود ہو۔ یا پھر بھی یہی مناسب ہوگا کہ ان ضرورتوں کو کلیتہً نظر انداز کر دیا جائے۔ اسلام نے جو دینِ فطرت ہے ان سب گذشتہ حالات کو پیشِ نظر رکھ کر بشرطِ عدل دوسری بیوی یا زیادہ کی چار بیویوں تک اجازت دی۔ اور سابق اقوام و ادیان کی لاتعداد زوجات کو عدل کی شرط پہ چار میں محدود کر دیا۔ یورپ میں آج کل شوہروں کی سپلائی کے لئے انجمنیں قائم ہیں۔ اور عورتیں پریشان پھرتی ہیں لیکن شوہر نایاب ہوتا جا رہا ہے — یہ عقدہ حل ہو جاتا ہے، اگر محمدی قانون پر عمل ہوتا۔ جیسا کہ مسیحی دنیا نے حالات سے مجبور ہو کر مسیحی قانون کو ترک کر کے طلاق میں محمدی قانون پر عمل کر کے مشکلات

کو حل کیا۔ اور نبی ای کی صداقت ماننے پر مجبور ہوئے۔ اسی طرح امریکہ نے بھی میڈیکل بورڈ کی تحقیقی رپورٹ کے بعد شراب کی صحی، نفسیاتی، حیاتیاتی مضرات پر مطلع ہو کر ۱۹۳۲ء میں تحریم و بندش شراب کا قانون امریکہ میں نافذ کیا تھا۔ لیکن ڈوبے لگام معاشرہ کو پابند کرنے میں کامیاب نہ ہو سکا۔ اب قانونِ تعدد زوجات پر اعتراض کا جواب ختم ہوا۔

اعتراض کا دوسرا جزو کہ نیت پر اعتراض۔ اس کا جواب دیا جاتا ہے۔

تعدد زوجات پر پیغمبرِ اسلام علیہ السلام کی نیت پر اعتراض

مستشرقین سے مراد وہ یورپی متفکرین ہیں، جو علومِ مشرقیہ بالخصوص علومِ اسلامیہ کا مطالعہ اس خیال سے کرتے ہیں کہ اپنی تصنیفات کو بنام تحقیقِ علمی شائع کریں۔ ان کی تصنیفات میں ایک بات تعصب پہ پردہ ڈالنے کی غرض سے قرآن، صاحبِ قرآن، اور اسلام کی تعریف میں بھی لکھ دی جاتی ہے۔ اور بہت سی اسلامی کتابوں کے حوالے بھی درج کر دئے جاتے ہیں۔ تاکہ مضمون مسلمان ناظرین کی نگاہ میں مقبول ہو جائے۔ لیکن ساتھ ساتھ ایسی باتیں اور زہر شامل کر دئیے جاتے ہیں کہ مسلمان اگر عیسائی نہ ہو تو کم از کم مسلمان بھی نہ رہے۔ یعنی قرآن اور صاحبِ قرآن علیہ السلام اور اسلام کے متعلق ان میں تشکک اور تردد پیدا ہو۔ اور عقیدہ کی پختگی زائل ہو۔ بے شبہ اسلام کے خلاف مسیحی یورپ کا قلمی جہاد ہے۔ کیونکہ تلوار کے جہاد سے وہ کامیابی نہیں ہو سکتی جو اس قلمی جہاد سے ہو سکتی ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ خود مسلمان برائے نام اسلام کا نام برقرار رکھ کر اسلام کو مٹا دینے کے درپے ہو جاتے ہیں، یہی نسخۂ اکسیر ہے۔ جو مشرقی پاکستان کے ہندو استادوں اور پروفیسروں نے وہاں سکولوں اور کالجوں میں استعمال کیا۔ اور اظہار ہمدردی کے لئے یہ مرچ مصالحہ بھی شامل کیا کہ مغربی پاکستان والے بنگالیوں کو لوٹ رہے ہیں۔ بنگالیت کے جذبہ کو ابھارا۔ اور اسلامیت سے نفرت دلائی یا بدظن کیا گیا۔ نتیجہ وہی ہوا جو ہمارے سامنے ہے۔ لیکن مغربی پاکستان میں نصابِ تعلیم اور اساتذہ تعلیم پر اب تک تجربے کے بعد بھی ہماری احتسابی نظر درست نہیں ہوتی۔ ہم انہیں لایعنی جھگڑوں کے شکار ہیں۔ مستشرقین کی یہ ساری دشمنی اسلام سے ہے نہ دیگر مذاہبِ مشرق سے۔ یہی حال روسی سوشلزم کا ہے کہ اس کا نشانۂ تیر بھی صرف اسلام ہے، نہ ہنود مذہب نہ بدھ، نہ مجوسیت، نہ مسیحیت۔ اس کے چند وجوہ ہیں۔

۱۔ اسلام کو وہ جاندار مذہب سمجھتے ہیں کہ اگر کسی وقت وہ زندہ ہوا تو بہت بڑی طاقت بن جائے گا جس کا مقابلہ مشکل ہے۔

۲۔ اس میں عالمی مسائل کو حل کرنے کی وہ قوت و کشش موجود ہے، جو دیگر مذاہب میں نہیں۔ وہ مذاہب مردہ ہیں۔ اس لئے اسلام کے شیر کو مارا تو نہیں جا سکتا، سلا دینا ضروری ہے۔

۳۔ صلیبی جنگوں سے مسیحی اقوام کو اسلام دشمنی ورثہ میں ملی ہے۔ جو ان سے جدا نہیں ہو سکتی، ان سب باتوں کے باوجود بعض مستشرقین حضور علیہ السلام کے متعلق بعض غلط بیانیوں کے انکار اور اصل حقیقت کے اقرار کرنے پر مجبور ہیں۔ مثلاً یہ کہ حضور علیہ السلام نے جو متعدد شادیاں کیں، نفسانی جذبہ کی وجہ سے کیں، یا دیگر مصالح کی وجہ سے ہم چند مؤرخین یورپ کے حوالوں پر اکتفا کرتے ہیں، جنہوں نے اس حقیقت کا اعتراف کیا کہ یہ نکاح نفسانیت کی غرض سے نہیں ہوئے۔

۱۔ ڈبی۔ ایس مارگولیتھ | یہ بڑا تنگ نظر اور متعصب نکتہ چین ہے۔ لیکن وہ اپنی کتاب "محمد اینڈ دی رائز آف اسلام" میں لکھتا ہے کہ بہت سے مصنفین یورپ کے نزدیک خدیجہؓ کے بعد محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی متعدد شادیاں نفسانی خواہشات کے تحت تھیں، مگر وہ اس قسم کی نہ تھیں، کئی شادیاں سیاسی مصلحت کی بنا پر کی گئی تھیں۔ پیغمبر اپنے معتقدین کو اپنے قریب ترین کرنا چاہتے تھے۔ یہ وجہ ابوبکر و عمر کی لڑکیوں عائشہ و حفصہ سے شادی کرنے کی تھی، سیاسی مخالفین یا مغلوب دشمنوں کی لڑکیوں سے شادیاں سیاسی مقصد کے تحت دوسری نوعیت کی تھیں۔ باقی شادیوں کی وجہ یہ تھی کہ کوئی لڑکا نہ تھا۔

۲۔ آر باسورتھ سمتھ کے چار لیکچر ۱۸۷۴ء میں جو "محمد اینڈ محمدنزم" کے عنوان سے شائع ہوئے تھے، کہتا ہے کہ دوسرے مقاصد کے علاوہ محمد کے اکثر و بیشتر شادیوں کے مقاصد بے سہارا افراد پر ترس کھانا تھا۔ تقریباً سب ہی بیوائیں تھیں، جو نہ خوبصورت تھیں نہ دولتمند خدیجہؓ کے وقت رحلت تک خود پچاس سال کی عمر کے تھے۔ ظاہر ہوتا ہے کہ زینب کی کہانی میں رنگ آمیزی کی گئی زینبؓ پیغمبر کی پھوپھی کی بیٹی تھی۔ اور بجائے آزاد غلام سے ان کی شادی کر دینے کے خود ان کے ساتھ شادی کرنے میں رکاوٹ کوئی نہ تھی جب وہ اور یہ دونوں جوان تھے۔

۳۔ "ہیروز اینڈ ہیروز ورشپ" میں یورپ کا مشہور مصنف کارلائل لکھتا ہے: "محمد نفس پرست انسان نہ تھے۔ یہ بہت بڑی گمراہی ہوگی کہ اس شخص کو ایک عام بندۂ ہوس تصور کریں۔ یہ شخص کیف اور حظ نفس پہ گرنے والے نہ تھے، ان کے گھر کا ساز و سامان بادشاہی حاصل ہونے کے باوجود غریبانہ تھا۔ ان کی خوراک جَو کا آٹا اور پانی تھا۔ اکثر ایسا ہوا کہ مہینوں ان کے گھر آگ نہیں جلی، وہ اپنے جوتے آپ گانٹھ لیتے تھے اپنے کپڑوں میں آپ پیوند لگاتے تھے، ایک غریب محنتی،

مستغنی انسان ان تمام رجحانات سے بے نیاز جن پر عام سطح کے آدمی مرتے رہتے ہیں۔ اس قسم کا آدمی بنٹ نہیں ہو سکتا۔ اس کے جذبات ہوس سے بلند ہوتے ہیں۔ اگر وہ ایسے ہوتے تو وحشی عرب جو ۲۳ سال اس کے اشاروں پر جان پر کھیلتے رہے۔ اور عمر بھر اسے قریب سے دیکھتے رہے، اسکی تعظیم نہ کرتے، وہ بات بات پر کٹ مرنے والے وحشی تھے۔ ایسے لوگوں سے اپنی اطاعت کرانا کسی عام آدمی کا کام نہ تھا۔ وہ انہیں رسول کہتے تھے۔ اس لئے ان کی ساری زندگی ان کے سامنے بے نقاب تھی۔ اس میں کوئی راز نہ تھا، سیدھی سادھی زندگی کبھی وہ ان کے ساتھ جنگ میں شریک ہیں۔ کبھی مشاورت میں۔ کہیں ان میں کھڑے ان سے اطاعت کرا رہے ہیں، انہیں انہوں نے آنکھوں سے دیکھ لیا تھا کہ وہ کس قسم کے انسان ہیں۔ اس لئے وہ ان کو پیغمبر کہتے تھے۔ کوئی شہنشاہ اپنی خلعت فاخرہ میں ملبوس ہو کر لوگوں سے اس قسم کی اطاعت نہیں کرا سکتے جس قسم کی اس انسان نے کرائی۔

۴۔ لین پول لائف آف محمد" میں لکھتے ہیں۔ یہ کہنا کہ محمد بندۂ ہوس تھے، غلط ہے۔ ان کی روزمرّہ کی زندگی ان کا تخت بوریا جس پر وہ سوتے تھے۔ ان کی معمولی غذا، کمتر سے کمتر کام اپنے ہاتھ سے انجام دینا۔ ظاہر کرتا ہے کہ وہ نفسانی خواہشوں سے بلند و بالا تھے۔ ان کی متعدد شادیاں ان بیواؤں سے ہوئیں جن کے شوہروں نے میدانِ جنگ میں اسلام کی خاطر اپنی جانیں قربان کیں۔ وہ محمد کی کشادہ دلی سے اپنی حفاظت و پناہ کا حق رکھتی تھیں۔ باقی شادیاں مصلحت کی بناء پر کی گئیں۔ مخالفین کے سرداروں کو مسخر کرنے کے لئے سب سے بڑا سبب بیٹے کی تمنا تھی، جو ان کے قدم بقدم چلے۔ سب سے پہلا ثبوت ان کی پہلی بیوی خدیجہؓ کے ساتھ ان کی وفاشعاری ہے کہ شروع سے آخر تک اس میں ذرہ بھر فرق نہ آیا۔ ہلکی سی بھی لغزش نہ ہوئی۔ خدیجہؓ کے بعد اگرچہ انہوں نے متعدد شادیاں کیں لیکن انہیں کبھی نہ بھولے۔ اور آخر وقت تک یاد رکھا۔ یہ محبت بھری یاد ایک شریف الطبع انسان ہی میں ہو سکتی ہے۔ نہ ایک بندۂ ہوس میں۔

جدید دشمنوں کا اقرار یہ حوالجات ان مخالفین اسلام مورخین یورپ کے ہیں۔ جو پیغمبر اسلام علیہ السلام کی زندگی پر سخت سے سخت تر تنقید کے عادی ہیں، انہوں نے بھی تاریخی واقعات سے مجبور ہو کر حضور علیہ السلام کی ذات کو ہوا و ہوس و عام خواہشات کی دنیا سے بلند مقام عطاء کیا۔ یہ تو جدید دشمنوں کا اقرار ہے۔

قدیم دشمنوں کا اقرار قدیم دشمنانِ پیغمبر اسلام جن کی تمام کوششیں اور جان و مال کی ساری

قربانیاں صرف اس لیئے تھیں کہ آپکو ناکام کرکے لوگوں کی نظروں میں غیر مقبول بنائیں - لیکن ان دشمنوں میں سے کسی ایک دشمن نے بھی حضور علیہ السلام کے متعلق ہوا و ہوس یا خواہش پرستی کا ایک حرف بھی زبان سے نہیں نکالا - ورنہ مستشرقین کے لئے صرف وہی حرف نقل کر دینا اثبات مقصد کیلئے کافی تھا - اور اپنی طرف سے الزام تراشنے کی ضرورت نہ تھی - اس سلسلے میں بدترین دشمن ابوسفیان اور اس کے قریشی ساتھیوں کا مجمع عام میں وہ بیان جس سے آپ کی عزت مآبی اور امانت داری کا واضح ثبوت ملتا ہے، شہادت کے لئے کافی ہے۔

واقعات تاریخ | خود حضور علیہ السلام کی زندگی خواہشات نفس کی ضد ہے - ہوس اور خواہش نفس ناقابل تقسیم جذبہ ہے - نفس کو مال کی خواہش ہوتی ہے - عمدہ لباس کی خواہش ہوتی ہے - عمدہ مکان کی، عمدہ خوراک کی - مجالس میں عمدہ نشست کی بھی - دشمنوں سے انتقام کی بھی - اور بیویوں کی بھی خواہش ہوتی ہے - عمدہ سواروں، راحت و آرام اور مقام عزت کی خواہش ہوتی ہے -

ان چیزوں پر اگر منصفانہ نگاہ ڈال جائے، تو عین اس وقت کہ آپ کو عرب کی دس لاکھ مربع میل کی سلطنت پر اقتدار حاصل تھا کسی وقت بھی آپ کے پاس مال نہیں ہوتا - یہاں تک کہ وفات کے وقت بھی آپ نے ایک درہم نہیں چھوڑا - ایک بار نماز سے فارغ ہوکر جلدی سے گھر میں تشریف لے گئے - صحابہؓ حیران تھے کہ کیا بات ہے - واپس آکر آپ نے بتایا کہ گھر میں کچھ مال تھا - اسکو تقسیم کرنے کا حکم فرما آئے ہیں - کیونکہ خیال ہوا کہ ایسا نہ ہو کہ موت آجائے - اور گھر میں مال موجود ہو - آپ کا لباس غریب عوام کی طرح تھا - اگر کسی وقت کوئی اچھی چادر یا کپڑا کسی نے پیش کیا اور کسی کو پسند آیا یا مانگا تو فوراً اتار کر دے دیا - مکان کیا تھا مٹی کی چھوٹی چھوٹی دیواروں پر کھجور کی شاخیں ڈال کر اس کے نیچے عمر بھر سوتے رہے - گھر میں چراغ تک نہ تھا - بارش میں چھپر کے اوپر ٹاٹ ڈالا جاتا تھا - مجالس میں آپ کی مخصوص نشست نہ تھی - عام آدمی جب باہر سے آتا تو پیغمبر اور ان کے جاں نثاروں میں فرق نہیں کر سکتا تھا - خوراک کا یہ عالم تھا کہ گھر کی واقف حال بیوی حضرت عائشہؓ کا بیان ہے کہ تین تین ماہ تک اس شاہ دوجہاںؐ کے گھر میں آگ نہیں سلگتی تھی - پانی اور چند دانے خرما پر گذارہ تھا - بعض اوقات بھوک سے بے تاب ہوکر پیٹ پر پتھر باندھ لیتے تھے کہ بھوک کا احساس نہ ہو - صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ حضورؐ کے پورے کنبے کو دو دن مسلسل کبھی پیٹ بھر کر جو کی روٹی میسر نہیں آئی - یہاں تک کہ حضورؐ وصال فرما گئے - دشمنوں سے انتقام کا یہ حال تھا

کہ اہل مکہ جیسے بدترین دشمنوں کے تیرہ سال کے مظالم سے تنگ آکر آپ نے مکہ جیسے مقدس وطن کو چھوڑا تھا، فتح مکہ کے موقع پر وہ پابہ زنجیر قیدیوں کی صورت میں جب آپ کے سامنے پیش کئے گئے تو آپ نے فرمایا تم سب آزاد ہو۔ اور میں تم کو ملامت تک بھی نہیں کرتا کیا اس سے بڑھ کر نفس کشی اور خواہش کو پامال کرنے کی کوئی نظیر انسانی تاریخ میں مل سکتی ہے۔ سواری کا یہ حال تھا کہ جب اونٹ کم ہوتے تھے اور دو دو تین تین باری باری سے ایک اونٹ پر سوار ہوتے تھے تو آپ بھی خود اس میں شامل ہوتے تھے، جب آپ کی نوبت میں رفیق سواری عرض کرتا کہ آپ سوار ہو جائیں۔ میں آپ کے بدلے میں پیدل چلونگا، تو آپ یہ فرما کر سواری سے اتر کر پیادہ چلتے کہ تم مجھ سے قوی نہیں۔ اور میں تم سے اجر و ثواب کی خواہش کم نہیں رکھتا۔ راحت طلبی نہ تھی۔ چنانچہ یہ حال تھا کہ اکثر اوقات مشغولیت کے باوجود مکان پر دربان نہ تھا۔ ہر وقت ہر کوئی مل سکتا تھا۔ دن کو اکثر روزے، رات کو خدا کی عبادت، فوجی سپہ سالار بھی خود، چیف جسٹس بھی خود۔ معلم اور استاد بھی خود۔ عزت اور وقار پرستی نہ تھی۔ چنانچہ یہ کیفیت تھی کہ صحابہؓ کے ہمراہ جب چلتے تھے تو سب سے پیچھے چلتے تھے۔ اور جب مجلس میں آتے تھے تو کوئی صحابی تعظیم کے لئے نہیں اٹھتا تھا، کیونکہ آپ نے منع فرمایا تھا کہ میرے لئے کوئی کھڑا نہ ہو، لہٰذا جان نثار صحابہؓ تعمیل حکم سے مجبور تھے۔ یہ سب امور ایسے ہیں کہ جس ذات میں رائی کے دانے کے برابر خواہش نفس ہو وہ قطعاً ایسا نہیں کر سکتا۔ اب صرف متعدد بیویوں کا مسئلہ رہ گیا۔ اس کو جدا عنوان سے بیان کرتے ہیں۔

تعدد زوجات اس پر ہم دو طرح بحث کرتے ہیں، ایک بحیثیت مجموعی دوم انفرادی حیثیت سے مجموعی حیثیت سے یہ تحقیق کرنا ہے۔ کہ جب دلائل سے یہ ثابت ہو گیا کہ حضور علیہ السلام کے تعدد زوجات میں قطعاً شائبہ نفسانیت شامل نہ تھا۔ کیونکہ آپ کی پوری زندگی نفسانی خواہش کے خلاف جہاد کا نمونہ تھی، اور اس وجہ سے بھی اگر تعدد زوجات میں نفسانی خواہش کا دخل ہوتا تو آپ نوجوان حسیناؤں کا انتخاب کرتے۔ لیکن آپ کی جملہ زوجات بجز ایک کے سن رسیدہ اور بیوائیں تھیں۔ اس کے علاوہ نفسانی جوش کا زمانہ جوانی کا ہوتا ہے۔ لیکن جوانی سے لیکر ۵۲ سال کی عمر تک آپ نے ایک بوڑھی بیوہ عورت کے نکاح پر اکتفاء کیا۔ اس کے بعد کے بڑھاپے اور قریب الوصال وقت میں تعدد کی نوبت آئی۔

تعدد زوجات کا اصل سبب تعلیم دین تھا سبب اول :- اس تعدد زوجات کا منشاء لانا

کوئی اور تھا۔ اور وہ یہ تھا کہ حضور علیہ السلام کا قول و عمل امت کے لئے ہدایت کا سامان اور نمونۂ عمل تھا، بلکہ تمام عالم انسانی کے لئے۔ کیونکہ آپ کی نبوت لیکون للعالمین نذیرا و رحمۃ للعالمین۔ کی حیثیت سے بین الاقوامی تھا۔ اور دروازۂ نبوت کی بندش کی وجہ سے آپ کے ایک ایک قول و عمل اور اندرون خانہ زندگی کا کردار اور ازواج مطہرات سے آپ کا طرزِ معاشرہ اداءِ حقوق اور اخلاق زندگی کا پورا نقشہ امت کے مرد اور عورتوں، شوہروں اور بیویوں دونوں کے لئے واجب العمل نمونہ تھا۔ اور اسی نمونہ کے قالب میں اپنی زندگی کو ڈھالنا لازمی تھا۔

لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ۔ یقیناً تمہارے لئے حضور علیہ السلام کے قول و عمل اور طرز زندگی میں انسانیت کاملہ کا بہتر نمونہ ہے۔ اس وجہ سے ایک ایسے ادارہ کا قیام ضروری تھا۔ جو اس داخلی زندگی کی تعلیم کے لئے ازواج کے ذریعہ وجود میں آیا، کیونکہ اسلام کے قانون حجاب کے تحت پیغمبر اسلام علیہ السلام سے امت کی اجنبی عورت نہ بے حجابانہ مل سکتی تھی۔ اور نہ پابندیٔ قانون پردہ کے تحت حضرۃ علیہ السلام اجنبی عورتوں سے مل سکتے تھے، اور نہ ہی اندرونِ خانہ زندگی رسالت کے مشاہدہ کی صورت ہو سکتی تھی۔ اس لئے تکمیل تعلیم دین کے لئے منشاء الٰہی نے یہ انتظام کیا کہ ایسی عورتوں کا مختلف طبقات میں سے انتخاب ہو کہ وہ طہارتِ نفس، پاکیزگی قلب اور فہم دین میں امتیازی شان رکھتی ہوں تاکہ وہ حضور علیہ السلام سے علوم دینیہ اور اسوہ نبویہ بالخصوص مستورات سے متعلقہ مسائل کو حاصل کر سکیں۔ اور صحیح سمجھ سکیں۔ اور امت کو عموماً اور مستوراتِ امت کو خصوصاً ان کی تعلیم دے سکیں۔ تاکہ حضور علیہ السلام کی تعلیم کو مردوں اور عورتوں دونوں کو یکساں طور پر پہنچانے اور ابلاغ میں آسانی ہو۔ اور گھر کے اندر کے احوال اور بالخصوص زوجات کے حقوق اور حسنِ معاشرہ کا صحیح نمونہ امت کو معلوم ہو سکے۔ یہی وجہ ہے کہ خدیجہؓ کے بعد ازواج مطہرات کا انتخاب بھی حضور اکرمؐ نے خود نہیں کیا بلکہ وحی الٰہی سے ہوا کہ اس کام کی صحیح اہلیت کا علم صرف خدا ہی کو ہو سکتا تھا۔ حضرت خدیجہؓ اور زینبؓ بنت خزیمہ نے حضور علیہ السلام کی زندگی میں وفات پائی اور نو بیویاں حضور علیہ السلام کی وفات کے وقت تھیں۔ یہ حدیث ملاحظہ ہو،

عن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما تزوجت شیئاً من نسائی ولا زوجت شیئاً من بناتی الا بوحی جاء نی بہ جبریل عن ربی عز وجل۔ اخرجہ عبد الملک ابن محمد بسند کا عیون للاثر ج ۲ صفحہ ۳۰۰ و زرقانی ج ۳ ص ۲۱۹

اس حدیث سے صاف معلوم ہوا کہ زمانۂ نبوت کی ازواج مطہرات کا انتخاب اللہ تعالیٰ

نے فرمایا۔ آپ کی خواہشِ نفس کو اس میں دخل نہیں تھا۔ اس لئے بجز ایک حضرت عائشہؓ کے سب عمر رسیدہ اور بیوہ منتخب ہوئیں۔ کہ کارِ تبلیغ و تعلیمِ دین کی پوری اہلیت کا علم صرف خدا ہی کو ہو سکتا ہے۔ جیسے نبی کا انتخاب خدا کرتا ہے۔ زوجیتِ نبی کا انتخاب بھی خدا نے کیا۔ کیونکہ مقصدِ نبوت کی اہلیت اور مقصد زوجیت نبوت کا صحیح علم صرف خدا کو ہے۔ اس ادارۂ ازواج کا فائدہ یہ ہوا کہ نبوتِ محمدی کے بہت سے علوم ازواج مطہرات کے ذریعہ امت کو پہنچے ورنہ امت ان علوم سے محروم ہوتی۔

سببِ دوم :- پھر ان ازواج مطہرات کی ذواتِ قدسیہ میں شدتِ تعلق کی وجہ سے جو اخلاقِ زکیہ و فضائل و محاسن حضور علیہ السلام سے منتقل ہوئے وہ پوری امت اور امت کی مستورات کے لئے نمونۂ عمل ہیں۔ کتبِ سیر و رجال میں ان ازواج مطہرات کی عبادت، روزے، تلاوتِ قرآن، ذکر اللہ، سخاوت، ترکِ محبتِ مال، قناعت، فکرِ آخرت اتباعِ شریعت کے جو احوال درج ہیں، انکو دیکھ کر ایمان قوی ہو جاتا ہے۔ اس لئے قرآن پاک نے فرمایا: وازواجہ امھاتھم۔ کہ حضور علیہ السلام کی بیویاں امت کی مائیں ہیں۔ جیسے حضورؐ امت کے باپ ہیں۔ یعنی جیسے ایمان کی تازگی وحیات میں احوالِ نبی کو دخل ہے۔ اقوال زوجاتِ نبی کو بھی دخل ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: لستن کاحد من النساء۔ تم (زوجاتِ پیغمبر) دیگر عورتوں کی طرح نہیں ہو۔ بلکہ تمہارا مقام بہت بلند ہے۔

سببِ سوم :- دینِ حق و عدل الٰہی کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ کینہ پرور عربوں کے انتقامی جذبات کا فطری جوش تھا۔ اس کا تقاضا یہ تھا کہ تعلیم امت کے لئے دائرۂ زوجیت میں جن مستورات کا انتخاب ہو۔ ان سے مقصد تعلیم امت کے علاوہ ان زخموں کی بھی مرہم پٹی کی جائے جو مقابلہ دینِ حق میں ان کے خاندانوں کو پہنچ چکے ہیں۔ اور ان کا سبب اگرچہ ان کے اپنے کئے ہوئے جرائم و اعمال ہی تھے۔ مگر ان با اثر و قوی خاندانوں کی وجہ سے جو اشاعتِ حق کی راہ میں ایک تاریخی عداوت اور انتقام کیشی کی فضا پیدا ہو چکی تھی، جسکا دور کرنا ضروری تھا۔

جویریہؓ | اس سلسلۂ انتخاب میں حضرت جویریہ بنت حارث آتی ہیں۔ جن کا پہلا نکاح مسافع بن صفوان سے ہوا تھا۔ جو غزوہ　　　میں مارا گیا تھا۔ یہ ایک طاقتور قبیلہ بنی المصطلق کے سردار حارث کی بیٹی تھیں۔ قید ہو کر آئیں۔ اور ثابت بن قیس کے حصہ غنیمت میں آگئیں انہوں نے ان سے مکاتبت کر لی۔ یعنی یہ کہ آپ اتنی رقم ادا کر دیں، تو آپ آزاد ہو جائیں گی۔ یہ رقم کی

ادائیگی کے سلسلے میں حضورؐ کے پاس حاضر ہوئیں، آپ نے فرمایا اگر رقم میں ادا کر دوں اور آزاد کر دوں۔ اور پھر میں خود تم سے نکاح کر لوں تو نکاح پر تم راضی ہو۔ انہوں نے عرض کیا کہ میں راضی ہوں۔ (ابوداؤد۔ کتاب العتاق) اتفاق سے ان کے باپ حارث آئے انہوں نے کہا کہ میری بیٹی کنیز نہیں رہ سکتی۔ آزاد کر دیں۔ آپ نے فرمایا میں اسکو جویریہ کی مرضی پر چھوڑتا ہوں۔ جویریہ نے فرمایا میں اللہ اور رسول کو اختیار کرتی ہوں۔ (رواہ ابن المنذر بسند صحیح جلد ۴ ص ۳۶۵)

ام حبیبہؓ | تیسری زوجہ مطہرہ ام المؤمنین ام حبیبہؓ ہیں۔ جو اسلام کے خلاف اکثر لڑائیوں کے کمانڈنگ افسر اور قریش کے سردار ابوسفیان کی بیٹی تھیں۔ ان کی ماں حضرت عثمانؓ کی پھوپھی صفیہؓ بنت ابی العاص تھیں۔ ان کا پہلا نکاح عبیداللہ بن جحش سے ہوا تھا۔ حضرت ام حبیبہؓ خود بھی مسلمان ہوئیں۔ اور ان کی تبلیغ سے ان کے شوہر بھی مسلمان ہوئے۔ اس وقت ان کے باپ ابوسفیان اور بھائی معاویہ جو اسلام کے دشمن تھے، دونوں ان کو اسلام لانے پر ستاتے رہے، تنگ آکر دونوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ وہاں کچھ مدت کے بعد شوہر عبیداللہ بن جحش نصرانی ہو گیا، لیکن ام حبیبہؓ اسلام پر قائم رہیں۔ حضورؐ کو اطلاع ہوئی۔ آپ نے متاثر ہو کر سوچا تو آپ کو ان کی اس استقامت کا خیال آیا کہ انہوں نے اپنے سردار باپ کی دشمنی مول لیکر افریقہ کے ملک میں پناہ لی۔ پھر شوہر اس عیسائی ملک میں مرتد ہو کر مر گیا۔ لیکن ام حبیبہؓ کی ایمانی استقامت میں فرق نہ آیا، یہ دونوں امور ایسے ہیں کہ اس صورت میں بے سہارا مستورہ کو سہارا ملنا چاہیئے۔

دوم یہ کہ اس طرح ان کے باپ اور خاندان کی اسلام دشمنی میں کمی بھی آجائے گی۔ یہ دو اہم سبب ہوئے کہ آپ نے ام حبیبہؓ کو شرف زوجیت نبوی سے نوازا۔ حبشہ کے بادشاہ کو جو مسلمان ہو چکے تھے، حضورؐ نے اپنے قاصد کے ذریعے پیغام بھیجا کہ ام حبیبہؓ کو میری طرف سے پیغام نکاح پہنچا دو۔ چنانچہ یہ پیغام پہنچا دیا گیا۔

یہ بشارت سن کر بادشاہ کی اس باندی ابرہہ کو جس نے یہ پیغام پہنچایا تھا، ام حبیبہؓ نے اپنے ہاتھوں کے دو کنگن اور پاؤں کے پازیب اور انگلیوں کے چھلے انعام میں دئیے۔ اور نکاح ہو گیا۔ مہر نکاح چار سو پونڈ بادشاہ نے حضور علیہ السلام کی طرف سے مہر میں دے دئیے۔ اور سامان بھی دیا۔۔۔۔۔۔

صفیہؓ | چوتھی بیوی صفیہ بنت حیی بن اخطب ہیں۔ اس سلسلہ میں صفیہؓ بھی شرف زوجیت سے مشرف ہوئیں، جو بنی نضیر کے یہودی سردار حیی بن اخطب کی بیٹی تھیں، جن کا پہلا نکاح سلام بن مشکم

سے ہوا تھا۔ اس نے طلاق دی۔ اس کے بعد دوسرا نکاح کنانہ بن ابی العقیق سے ہوا۔ وہ غزوۂ خیبر میں مقتول ہوا۔ صفیہ قید ہوکر آئیں، حضورؐ نے آزاد کرکے اپنی زوجیت میں لے لیا۔ صفیہ حضرۃ ہارون علیہ السلام کی اولاد سے تھیں اس نکاح سے بے سہارا صفیہ کی دلجوئی بھی ہوئی۔ اور اس کا اظہار بھی مقصود تھا کہ حضورؐ کو یہود سے ذاتی عداوت نہیں۔ تاکہ عداوت یہود میں کمی آجائے۔

زینبؓ | پانچویں بیوی، زینب بنت جحش تھیں۔ یہ حضورؐ کی پھوپھی امیمۃ بنت عبدالمطلب کی بیٹی تھیں۔ عرب کا دستور تھا کہ متبنیٰ یعنی لے پالک بیٹے کو اصلی بیٹے کی طرح سمجھتے تھے۔ اور اسکی بیوی سے بصورت موت یا طلاق بعد از عدت بھی نکاح حرام جانتے تھے۔ اس کے علاوہ اگر کسی پر غاصبانہ دظالمانہ طریق پر غلامی کا داغ لگ جاتا تھا۔ تو آزادی کے بعد بھی کسی شریف عورت کو اس کے نکاح میں دینے کو عار سمجھا جاتا تھا۔ ان دو رسموں کو عملی طور پر توڑنے کے لئے منشاءِ الٰہی کے تحت حضور علیہ السلام نے ان کا نکاح اپنے متبنیٰ لے پالک زید بن حارث سے کرنا چاہا لیکن چونکہ ایسا کرنا رواج عرب کے خلاف تھا۔ زینبؓ شریف خاندان سے تھیں۔ اور حضورؐ کی پھوپھی زاد تھیں۔ زینب اور ان کے بھائی عبداللہ بن جحش جو دونوں مسلمان تھے، ان سے جب حضور اکرمؐ نے تذکرہ کیا۔ تو انہوں نے زید بن حارث آزاد کردہ غلام سے نکاح زینبؓ کو گوارا نہیں کیا جس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ وماکان لمؤمن ولامؤمنۃ اذا قضی اللہ ورسولہ امراً ان یکون لھم الخیرۃ من امرھم ومن یعص اللہ ورسولہ فقد ضل ضلالاً مبینا۔ اس آیت میں مومن اور مومنہ زینبؓ اور ان کے بھائی مراد ہیں۔ یعنی مومن مرد یا عورت کے لئے درست نہیں کہ جب اللہ اور اس کا رسول کوئی فیصلہ کریں تو وہ اس پر راضی نہ ہو۔ اور جو کوئی اللہ و رسول کی نافرمانی کرے تو وہ کھلی گمراہی میں جا پڑا۔ اس آیت کے نزول پر زینبؓ اور ان کے بھائی نکاح پر راضی ہوگئے۔ اور نکاح ہوگیا۔ لیکن خاندانی برتری کا تصور چونکہ باقی تھا، دونوں میں موافقت نہ ہوسکی حضرۃ زید جب شکایت حضورؐ کے پاس لے جاتے اور طلاق کا ارادہ ظاہر کرتے، تو حضورؐ اس خفگی پر صبر کی تلقین کرتے۔ اور طلاق دینے سے منع فرماتے۔ یہ خیال تھا کہ ایک تو آزاد کردہ غلام سے نکاح کے عار کو برداشت کیا۔ اب اگر طلاق دی گئی تو طلاق کا عار بھی لگ جائے گا۔ تو زیادہ ناراضگی پیدا ہوگی۔ پھر جب موافقت ناممکن ہوگئی تو زید نے طلاق دیدی۔ طلاق کی عدت جب گذری اور اللہ کا منشاء ایک دوسری رسم جاہلیت کے ازالے کا ہوا۔ کہ خود حضورؐ کے عمل سے اس رسم جاہلیت کو منہدم کیا جائے۔ تو حضورؐ کو اگرچہ منشاء الٰہی کی تکمیل سے عذر نہ تھا۔ لیکن یہ خیال رہا کہ عرب میں

بدنامی ہوگی۔ کہ وہ لوگ منہ بولے بیٹے کی جورو کو حرام کہتے تھے ۔ اور حضورؐ خود منہ بولے بیٹے کی جورو کو گھر میں رکھ لیں۔ پھر حضورؐ کے دل میں خیال آیا کہ حضرت زینب اور ان کے خاندان کو رواج عرب کے مطابق دو قسم کی رسوائی ہوئی۔ ایک آزاد کردہ غلام سے نکاح کی، دوم طلاق کی۔ لیکن منشاء الٰہی تھا کہ اس زخم رسوائی کا مداوا ہو، جس کے لئے بہترین مرہم صرف یہ ہو سکتا تھا کہ حضور علیہ السلام خود زینبؓ کو اپنی زوجیت کا شرف بخشیں۔ لیکن ساتھ ہی عرب کی اس رسوائی کا ڈر تھا۔ کہ یہ طعن دیا جائے گا کہ آپ نے (لے پالک) بیٹے کی جورو سے نکاح کیا۔ کیونکہ عرب لوگ متبنیٰ کو بیٹا ہی سمجھتے تھے۔ لیکن منشاء الٰہی کے تحت آپ نے عمل فرمایا اور اس جاہلانہ قدیم رسم کا انقطاع فرما دیا۔ حضورؐ کے اس نکاح سے معاشرتی نظاموں کی اصلاح ہوئی ۔ اور مساوات بشری کی ایک عمدہ نظیر بھی قائم کی گئی۔ لیکن عجیب بات ہے کہ مستشرقین نے صلیبی جنگوں کی موروثی عداوت سے جھوٹے اور بے سند اضافے کر کے اسکو عشقیہ داستان بنایا، گویا آپ اس نکاح کے لئے بیتاب تھے۔ اس متعصبانہ غلط الزام تراشی کی تردید کے لئے صرف یہ کافی ہے کہ حضرت زینبؓ حضورؐ کی پھوپھی زاد بہن تھیں بچپن کے زمانے سے ایک دوسرے کو دیکھتے رہتے تھے، حضور علیہ السلام نے خود ہی ان کا نکاح اپنے آزاد کردہ غلام زید بن حارث سے کرایا۔ جو انکو ناگوار بھی گذرا۔ لیکن پھر خدا ورسول کے حکم کی مجبوری سے نکاح پر راضی ہوئیں، میں کہتا ہوں کہ اگر حضور علیہ السلام اس نکاح کے لئے بے قرار تھے تو مکہ معظمہ میں حضرت خدیجہؓ کی وفات کے بعد خود ان سے نکاح کر لیتے۔ یا بعد از ہجرت جب آپ نے ان کا نکاح زیدؓ سے نکاح کرانا چاہا تو زیدؓ بن حارث کی بجائے خود ان سے نکاح کر لیتے۔ وہ کم نسبی کی وجہ سے زیدؓ کے نکاح سے راضی نہیں تھیں تو خود ان سے نکاح کر لینے میں کیا رکاوٹ تھی، اور اب بیوہ ہونے کے بعد نکاح میں کیا کشش تھی۔ معلوم ہوا کہ یہ مسیحی استشراق کی غلط داستان ہے۔ جو سراسر عقل کے خلاف ہے۔

آپ کے حق میں چار سے زائد نکاح اور امت کے حق میں چار نکاح کے فرق پر اعتراض کا جواب یہ ہے کہ ہر مذہب میں :

اسپیشل قانون موجود ہے۔ چنانچہ بائبل کے بموجب حضرت مسیح علیہ السلام کا نسب کہ وہ حضرت مریمؑ سے بلاباپ پیدا ہوئے ہیں۔ یہ نسب خود آپ کے حق میں درست اور ثابت ہے۔ اور عام ضابطہ میں دیگر انسانوں کے لئے یہ قانون نہیں، گویا یہ قانون صرف حضرت مسیح سے مختص ہے۔ حضرت مسیح کی ولادت بلاباپ ہوا باپ۔ موسیٰ علیہ السلام نے ایک قبطی و اسرائیلی

کو باہم دست وگریباں دیکھا تو قبطی کو مکہ مار کر ہلاک کیا۔ کتاب استثنار باب ۲۱۔ کیا یہ قتل روا تھا یا ناروا۔ ؟ اگر جائز ہے، تو بائبل سے ثابت کرو۔ اگر ناروا ہے تو کیا حضرت موسیٰؑ کی نبوت اس سے داغدار نہیں ہوئی۔ اگر نہیں ہوئی تو اسکی وجہ صرف یہ ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کی ولادت اور حضرت موسیٰؑ کا قتل استثنائی اور اسپیشل قانون تھا۔ اسی طرح چار سے زائد بیویوں کا حضور علیہ السلام کے حق میں کیونکر استثنائی قانون نہیں ہو سکتا۔ اور اس پر اعتراض کیوں ہے۔

۲۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ چار بیویوں میں بشرط عدل انحصار کا قانون سنہ ۸ھ میں آیا ہے۔ جیسے محمد حسین ہیکل نے حیات محمد میں اس کی تصریح کی ہے۔ اور حضور علیہ السلام کی بیویوں کا نکاح آٹھ ہجری سے قبل یعنی قانون مثنیٰ وثلث ورباع سے پہلے وجود میں آیا ہے۔ قانون اربعہ سے قبل امت کے لئے بھی چار سے زائد کی اجازت کہ قانون اربعہ کے نزول سے قبل فرق ہی نہ تھا۔ نبی اور امتی سب کے لئے چار سے زائد کی بندش نہ تھی۔

اس پر اگر یہ اشکال کیا جائے کہ نزول قانون اربعہ کے بعد زائد بیویوں کو الگ کر دیا گیا ہے۔ جیسے ابن کثیر نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے۔ تو حضور علیہ السلام بھی امت کی طرح چار بیویاں جن کا نکاح مقدم تھا۔ ان کو چھوڑ کر باقی کو الگ کر دیتے، تو میں اس کے جواب میں کہتا ہوں کہ اس میں نبی اور امتی میں فرق کیا گیا۔ کیونکہ امہات المؤمنین شرف زوجیت کی وجہ سے اگر الگ کر دی جاتیں تو ان کے ساتھ نکاح کسی اور کا حرام ہوتا۔ ولا تنکحوا ازواجہ من بعدہ ابدا کے تحت۔ (باقی آئندہ)

بقیہ: مولانا سید محمد ایوب بنوری ——— اس وقت سے لیکر اب تک آپ اسی دار العلوم کے شیخ الحدیث چلے آرہے ہیں۔ دیگر کتب احادیث کے علاوہ بخاری شریف آپ ہی پڑھاتے ہیں۔

سیاسی مسلک | فراغت کے بعد ہی آپ سیاست کے میدان میں آگئے۔ جمعیۃ علمائے سرحد کے تقریباً آٹھ سال تک جنرل سیکرٹری رہے۔ اور اسی سیاست کی وجہ سے حکومت کے ہاں معتوب رہے۔ اس وقت جمعیۃ علمائے اسلام کی مجلس عاملہ کے رکن ہیں۔

صوفیانہ مسلک | آپ حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ سے بیعت ہیں۔ انہی کے نقش قدم پر چلنے کی پوری کوشش فرماتے ہیں۔ قیام پاکستان سے پہلے ہر سال ختم بخاری کی تقریب میں دیوبند شرکت کرتے اور ساتھ ہی حضرت مدنیؒ سے روحانی فیض حاصل کرتے۔

★